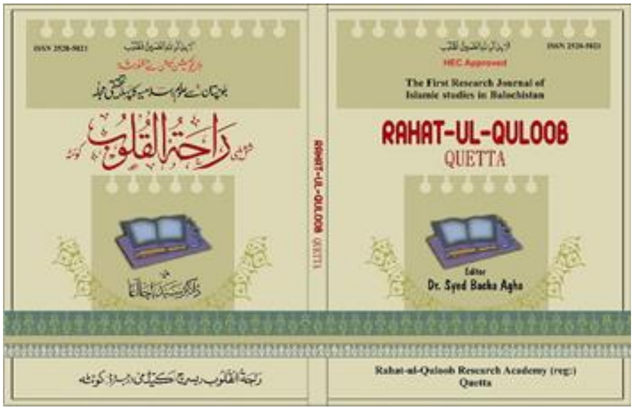

OPEN ACCESS

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

CC BY

RAHAT-UL-QULOOB

Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869

Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**

Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.

Website: www.rahatulquloob.com

Approved by Higher Education Commission Pakistan

Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

عصرِ حاضر میں بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت واہمیت

The need and importance of interfaith harmony in the present age

AUTHOR

1. Dr. Qazi Abdul Manan, Department of Islamic studies, Qurtuba University of Science & Information Technology, Peshawar, Pakistan.
   Email: dr.manan@qurtuba.edu.pk
2. Prof. Dr. Hafiz Abdul Ghafoor, Head of Department Islamic and Pak/Studies Medical Institute, Hayatabad. Pakistan. Email: abdul.ghafoor@rmi.edu.pk
3. Dr. Ghulam Murtaza, Lecturer, Govt: Postgraduate College, Saryab, Quetta

How to Cite: Dr. Qazi Abdul Manan, Prof. Dr. Hafiz Abdul Ghafoor, & Dr. Ghulam Murtaza Kakar. (2023). URDU: عصرِ حاضر میں بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت واہمیت: The need and importance of inter-faith harmony in the present age. *Rahat-Ul-Quloob, 7*(1), 39-50. https://doi.org/10.51411/rahat.7.1.2023/441

http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/441

Vol. 7, No.1 || Jan–Jun 2023 || URDU-Page. 39-50

Published online: 10-02-2023

عصر حاضر میں بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت واہمیت

The need and importance of interfaith harmony in the present age

[1]عبد المنان [2]عبد الغفور [3]غلام مرتضیٰ

ABSTRACT

Tolerance means accepting the behavior and beliefs of others that have different views than yours. This tolerance should be in between Muslims as well as with the non-Muslims. Islam is a religion of peace and unity which teaches us to love each other. Islam is spread all over the world because of the Holy Prophet Muhammad (P.B.U.H) character and behavior whose examples can be found on the different occasions during the Estate of Medina. He has always given respect to the non-Muslims that is why they brought their problems to him because they trusted his justice. The Holy Quran also teaches the same practices of the Holy Prophet Muhammad (P.B.U.H). His successors after his death also provided economic conservation, life safety and religious tolerance to the non-Muslims, which is the best example of the interfaith acceptance. The non-Muslims were also given scholarships and they were treated with jurisdictional. During religious debates and arguments with them, the successors provided evidences through the authentic source, The Holy Quran.

Keywords: Tolerance, Non-Muslims, Peace, Medina Estate, Successors, Interfaith, Jurisdictional.

رواداری دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔جو فارسی کے الفاظ ہیں۔روا کے معنی جائز ہونا اورداری کے معنی ہے۔رکھنا [1] اصطلاح میں "رواداری" سے مراد دوسروں کو برداشت کرنا۔یعنی دوسروں کے قول وفعل اور عمل کی مضر حرکتوں کو برداشت کرنا انگریزی زبان میں اس کے لیے "Tolerance" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔یہ لفظ زیادہ تر مذہبی رواداری کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔معاشرے اور سوسائٹی میں انسان کے ساتھ دیگر مذاہب کے لوگ رہتے ہوں، یاملازمت میں یاپڑھائی میں اکھٹے ہوں۔ان کو برداشت کرنا،ان کے ساتھ ملنا جلنا اور زندگی کے ہر پہلو سے متعلق راہنمائی کرنے کا نام مذہبی رواداری ہے۔اور اسی کو عصر حاضر میں بین المذہب ہم آہنگی کہا جاتا ہے۔جو عصرِ حاضر کی شدید ضرورت ہے۔اس کے علاوہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی زیادتی کو برداشت کریں۔تو اس کو بھی رواداری کہتے ہے۔تاہم اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں۔کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو تنگ کریں۔آپ ﷺ نے فرمایا لا ضرر ولا اضرار [2] کسی کو ضرر مت پہنچاؤ اور نہ خود کو ضرر اور نقصان پہنچاؤ۔

اہمیت وضرورت

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے۔اور اسلامی ریاست کے شہری مسلمانوں کے علاوہ کسی بھی دین یا مذہب کے ماننے والے ہوسکتے ہیں۔ دنیا میں جتنے بھی سامی یا غیر سامی ادیان و مذاہب ہیں۔ان سب میں اللہ تعالیٰ کا تصور کسی نہ کسی طرح موجود ہے۔تاہم عبادت کے طریقے مختلف

ہیں۔ البتہ اسلام یہودیت، عیسائیت، ہندومت، بدھ مت، جین ازم وغیرہ سب میں امن و سلامتی کے حوالے سے ہم آہنگی موجود ہے، لیکن ان سب میں اسلام کا تصور سلامتی و امن نمایاں ہے۔ انسان کی سب سے پہلی ضرورت اس کی جان کا تحفظ ہے۔ دیگر معاملات میں ہم آہنگی اور اجتماعی تعلقات بعد کی بات ہے۔ آپ ﷺ کے عہد میں ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو ناحق قتل کیا۔ آپ نے قصاص کے طور پر اس مسلمان کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا انا احق من اوفیٰ بذمته[3] "غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت میرا سب سے اہم فرض ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا اور کائنات میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اس کو عزت و تکریم بخشی۔ فرمایا وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ[4] "اور ہم نے انسانیت کو عزت دی۔ انسانوں میں تعلق، مودت اور محبت پیدا کرنے کی تعلیم دی کہ ہر انسان دوسرے کیلئے محترم ہے، خواہ اس کا تعلق کس قبیلے، رنگ اور کس خاندان سے ہو مگر اللہ کے نزدیک قابل احترام وہ ہے جو نیک اور متقی ہو، فرمایا: یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ[5] "اے لوگو! ہم نے آپ کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو بے شک اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو"۔

اس آیت کریمہ سے انسان کی اصلیت کو واضح کیا گیا کہ تمام انسان آدم اور حضرت حوا کی اولاد ہیں۔ نسلِ انسانی کا آغاز انہی سے ہوا۔ تاہم انسان ہونے کے ناطے سب برابر ہیں۔ انسانی جان کی عزت و حرمت کے پیشِ نظر اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہری کی جان کو وہی احترام و تکریم حاصل ہے۔ جو عظمت کسی مسلمان کی جان کو حاصل ہے۔ آپ نے فرمایا: من قتل معاهدا لم يرح رائحه الجنة[6] "جس نے کسی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیگا۔ مطلب یہ کہ جنت میں جانا تو درکنار خوشبو جو دور دور تک پھیلتی ہے اور محسوس ہوتی ہے یہ اتنا دور ہو گا کہ خوشبو بھی نہیں پہنچی گی۔ مسلمان ہونا منشا الٰہی اور فضلِ خداوندی ہے فرمایا: فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ[7] اللہ جس کو چاہتا ہے مسلمان بناتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے کافر یعنی غیر مسلم لہٰذا انسانی رشتوں میں جہاں وحدت ہو، وہیں ہم آہنگی کے جذبات و احساسات پروان چڑھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق اور میل جول بڑھتا ہے۔ جہاں وحدت ہوتی ہے وہاں محبت پیدا ہوتی ہے اور وحدت باہم ہمدردی اور جاں نثاری کے احساسات و جذبات انسانیت کی واضح علامت ہے۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد ہی انسانوں کی اصلاح اور رُشد و ہدایت تھی۔ فرمایا لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ[8] "ہر قوم کے لیے ہادی بھیجا"۔ وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ[9] "ایسی کوئی اُمت نہیں جس میں ڈرانے والا مبعوث نہ کیا گیا ہو"۔ تاہم ان سب انبیاء نے وحدت انسانی اور ہم آہنگی کی تعلیم دی۔ پھر نبی کریم ﷺ کو اس سلسلے میں رہتی دنیا کے لیے ایک ماڈل بنایا گیا۔ فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[10] "تمہارے لیے تمہارے رسول ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے" آپ نے انسانی وحدت کی اہمیت کی مثال یوں بیان کرتے ہوئے فرمایا: الناس سواسیة کاسنان المشط الواحد لافضل لعربي على عجمي الا بالتقوى[11] "انسانوں کی مثال کنگھی کے دندانوں کے مانند ہے۔ کسی عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت تقویٰ کے بغیر نہیں"۔ اس حدیث نے انسانوں کی وحدت کو اتنا واضح کر دیا۔ کہ مغرب نے مسلمانوں کو منتشر کرنے اور افتراق پیدا کرنے کی کوشش شروع کیں۔ اس حدیث نے اس کا رد کر دیا۔

عصرِ حاضر میں مغرب کی طرف سے ایک الزام مسلمانوں پر بنیاد پرستی کا بھی ہے۔ جبکہ یہ عمل خود انہی کے ماننے والوں کی طرف راجع ہوتا ہے۔ ایک برطانوی مصنفہ کیرن آسٹرنگ نے ایک بین الاقوامی کانفرنس کے حوالے سے انکشاف کیا ہے۔ کہ بنیاد پرستی کی یہ لڑائی ختم ہونے والی نہیں، اور پروٹسٹنٹ فرقوں سے تعلق رکھنے والے ہزاروں عیسائیوں نے World Cristian fundamental Association کے نام سے تنظیم قائم کی۔[12] حالانکہ اسلام میں بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری کا صحیح مفہوم یہ ہے۔ کہ جن لوگوں کے اعمال یا عقائد ہمارے نزدیک غلط ہیں، ہم ان کے احساسات و جذبات کو برداشت کریں، ان کی کسی قسم کی دل آزاری مذہب کے حوالے سے نہ کی جائے۔ یہی بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت اور تقاضا ہے۔ اور یہ ایک مستحسن عمل ہے۔ اور یہ اسلام ہی کی تعلیم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہم آہنگی کو فروغ دینے اور باہمی رواداری اور امن و سلامتی کے ساتھ خوشگوار ماحول کو قائم رکھنے کے لیے غیر مسلموں کے ساتھ مختلف معاہدات کئے اور ان کو بنیادی حقوق دینے کا حکم دیا تاریخ اسلام میں اہل نجران سے اسی جذبہ خیر سگالی کے تحت بھی ایک معاہدہ تحریر کیا۔ جس میں فیصلہ کیا گیا کہ:

ولنجران و حاشیتها ذمة الله و ذمة لمحمد النبی ﷺ علی دمائهم وانفسهم وحلتهم وارضعهم واموالهم ورهبانتهم واساقفتهم وغائبهم و شاهدهم وغیرهم وبعثهم وامثلتهم لا یغیر ما کانوا علیه۔[13]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اہلِ نجران اور ان کے حلیفوں کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ اور یہ ذمہ داری ان کے خون، انکی جانوں اور ان کے مذہب کی ہے۔ اور یہ ذمہ داری انکی زمینوں اور ان کے اموال کی بھی ہے۔ اور یہ ذمہ داری ان کے پادریوں راہبوں، اور ان کے حاضر اور غیر حاضر افراد کی بھی، ان مویشی، قافلے اور ٹھکانے اور ان کے مذہب جن پر بھی وہ ہیں۔ ان کو زبردستی نہ پھیرا جائے گا۔

اسی طرح سیدنا حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو لکھا: وامنع المسلمین من ظلمهم والاضرار لهم واکل اموالهم الا بحلها[14] "مسلمانوں کو غیر مسلم شہریوں پر ظلم کرنے، ان کو ضرر پہنچانے اور ان کا مال ناحق طور سے کھانے سے روکو" تاہم یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ہم خود ایک عقیدہ رکھنے کے باوجود محض دوسرے کو خوش کرنے کیلئے ان کے مختلف عقائد کی تصدیق و تائید کریں۔ اور ان کو بھی حق پر سمجھیں۔ تو یہ عمل منافقانہ اور جاہلانہ ہوگا۔ رواداری میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں لیکن یہ بات بھی عقائد کے حوالے سے ضرورت اور اہمیت کی حامل ہے۔ کہ ہم خود ایک عقیدہ رکھنے کے باوجود محض دوسروں کو خوش رکھنے کیلئے ان کے مختلف عقائد کی تصدیق و تائید کریں۔ اور ان کو بھی حق پر سمجھیں تو یہ عمل منافقانہ اور جاہلانہ ہوگا۔ رواداری بھی دو قسم کی ہے؛ ایک مسلم کا غیر مسلم کے ساتھ رواداری رکھنا جس کو interfaith کہا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری قسم مسلمانوں کے آپس میں مختلف مسلکوں اور مذہبوں کے پیروکاروں کی باہمی رواداری۔ اس وقت ان دونوں کی اشد ضرورت اور اہمیت ہے۔ ان کو معاشرے میں متعارف کرانے کیلئے نبی کریم ﷺ کی زندگی سے سبق حاصل کرنا ہوگا۔

ریاستِ مدینہ کی پہلی رواداری:

میثاقِ مدینہ کو دنیا کا پہلا دستور کہا گیا ہے۔ جو نبی کریم ﷺ کی سربراہی میں ہوا۔ اس دستور کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ مسلمانوں کے درمیان باہمی تعلقات اور حقوق و فرائض کی ترجمانی اور عکاسی کرتا ہے اور دوسرا حصہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان حقوق و فرائض کو واضح کرتا ہے اور ان دفعات میں ایک قرآن کی اس آیت کا مصداق ہے: لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ[15] "تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے

میرا دین"۔ اس سے مراد ریاست مدینہ میں رہنے والے غیر مسلموں کو دینی، عدالتی، اور قانونی آزادی کا اختیار دیا گیا ہے۔ جو بین المذاہب ہم آہنگی کا بہت بڑا عملی مظاہرہ ہے[16]۔ مشہور سیرت نگار محمد حسین ہیکل نے میثاق مدینہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت نبی کریم ﷺ نے چودہ سو سال قبل انسانی معاشرے کیلئے ایک ایسا ضابطہ قائم کیا جس سے ہر گروہ اور ہر مذہب وعقیدہ کے پیروکار کو آزادی حق حاصل ہوا۔ انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔ اموال کو تحفظ ملا اور شہر امن کا گہوارہ بن گیا[17] تاریخ گواہ ہے کہ خون کا ایک قطرہ زمین پر گرائے بغیر ایک نظریاتی اور انقلابی حکومت اور ہم آہنگی کی بنیاد رکھ دی جس کی مثال آج تک کوئی پیش نہیں کر سکا۔ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنے قُرب وجوار کے غیر مسلم قبائل اور اہلِ مکہ کیساتھ حالتِ امن اور حالتِ جنگ کے دوران تعلقات میں جن اصولوں پر عمل شروع کیا۔ اس میں بین الاقوامی قانون کے بارے میں انسان کے اندازِ فکر کی ایک واضح تصویر سامنے آتی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے بین الاقوامی قانون کا ایک ایسا معیار قائم کیا جو قوموں کے درمیان انصاف اور حق پرستی کی بنیاد پر ہم آہنگی کا مظہر ہو سکتا ہے بین الاقوامی امن کے قیام کی سب سے بڑی ضمانت یہ ہے۔ کہ کوئی مملکت بلاجواز کسی دوسرے مملکت کے مذہب یا اندرونی و داخلی معاملات میں مداخلت نہ کرے اور ایک دوسرے کی حیثیت اور مذہب وعقیدہ کو تسلیم کرے۔[18] اسلامی مملکتوں کے بلاجواز ایک دوسرے کے سیاسی و مذہبی معاملات میں دخل انداز ہونے اور جنگ کی سی حالت پیدا کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اسلام جنگ کرنے کی اجازت صرف اس صورت میں دیتا ہے۔ جب مخالف فریق پُرامن طریقہ کار سے متنازعہ معاملات کو طے کرنے پر رضامند نہ ہوں اور صلح اور امن و آشتی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے امن کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کریں، یا کئے گئے معاہدات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے امن کو ٹکڑے کرنے کی کوشش کرے اور اگر دوسری طرف غیر مسلموں کی جانب سے معاہدے میں اگر کوئی عہد شکنی کی گئی اور اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ پیش آیا تو آپ نے انہی یہودیوں کے بعض قبائل کے خلاف جنگ لڑی۔ کیونکہ یہ حالات اور تدبیری ضروریات کا تقاضا تھا[19] اور اگر آپ ان کے فتنوں کے خلاف جہاد نہ کرتے تو اس سے دین اسلام کو نقصان پہنچ سکتا تھا کیونکہ یہ قرآنی حکم تھا وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ[20] "مشرکین سے قتال کرو یہاں تک کہ فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو کر رہ جائے۔ اس آیت کی روشنی میں بعض عیسائیوں نے نفرت کے بیج اُگانے کی خاطر اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلانے کا پروپیگنڈہ کیا مگر بعض حقیقت پسند غیر مسلم عیسائیوں نے تعصب سے ہٹ کر انصاف کی نظر سے اسلام کو پڑھا اور اسلام کو تلوار کے ذریعے پھیلانے والوں پر رد کیا اور یہ منطقی اور عقلی دلیل پیش کی کہ یہ تلوار کہاں سے آئی۔ تلوار چلانے والوں کو آخر کس چیز نے مجبور کیا[21]، حالانکہ مذہب اسلام کے پھیلانے میں نبی کریم، ﷺ کا کردار اور حسنِ اخلاق تھا آپ کی سیرت طیبہ نے اسلام کو پروان چڑھایا اور یہ ثابت ہوا کہ اسلام کی تمام غزوات مصالحانہ، مدبرانہ اور مدافعانہ تھیں[22]۔ آپ کی زندگی میں 27 غزوات اور 56 سرایا ہوئیں، ان تمام غزوات اور سرایا میں مسلمان شہداء کی تعداد 259 جبکہ کافر مقتولین کی تعداد 759 ہے۔ مسلم اور کافر مقتولین کا مجموعہ 1018 معلوم ہوتا ہے[23]

مذہبی آزادی:

رواداری اور ہم آہنگی کے حوالے سے دین کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے کیلئے مجبور نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی مسلک کا پیروکار دوسرے مسلک کے پیروکار کو مجبور کر سکتا ہے۔ قرآن کی تعلیمات واضح ہیں کہ: لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ

الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[24] "دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ واضح کر دی گئی ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا: أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ[25] "پھر کیا تم لوگوں کو مجبور کروگے کہ وہ مومن ہو جائیں"۔ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے بحثییت حکمران دس لاکھ مربع میل سے زیادہ علاقہ فتح کیا لیکن اپنے گھر میں کام کرنے والے غیر مسلم غلام کو مسلمان نہیں بنا سکے۔ ان کو نصیحت کرتے رہے۔ لیکن وہ انکار کرتا رہا آخر کار اپنی وفات سے پہلے اسے آزاد کر دیا[26]۔ اسلام نے دلائل کے ذریعے بیان کرنے کی تعلیم دی ہے کہ جو شخص جس دین سے مطمئن ہو جائے اسی کو اختیار کرے اس سلسلے میں وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ[27] "ہم نے دونوں نمایاں راستے دکھادیئے"۔ آپ ﷺ کی زندگی اور دور حکومت میں کافر، شرک، منافق، یہودی، اور عیسائی وغیرہ سب مذاہب کے لوگ موجود تھے۔ مگر آپ نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ اور نہ ہی کسی کو زبردستی دین قبول کرنے کا حکم دیا۔ وہ بستیاں جو امصار المسلمین (اسلامی شہروں) میں داخل نہیں ہیں۔ ان میں ذمیوں کو صلیب نکالنے، ناقوس اور گھنٹے بجانے اور مذہبی جلوس نکالنے کی آزادی ہوگی، اگر ان کی عبادت گاہیں ٹوٹ پھوٹ جائیں، تو ان کی مرمت اور ان کی جگہوں پر نئی عبادت گاہیں بھی تعمیر کر سکتے ہیں۔ البتہ امصار المسلمین یعنی ان شہروں میں، جو جمعہ عیدین، اقامت حدود اور مذہبی شعائر ادا کرنے اور دینی و قومی جلوس نکالنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور نہ وہ ان جگہوں میں نئی عبادت گاہیں تعمیر کر سکتے ہیں۔ البتہ عبادت گاہوں کے اندر انہیں مکمل آزادی حاصل ہوگی۔ اور عبادت گاہوں کی مرمت بھی کر سکتے ہیں۔[28]

وہ فسق وفجور جس کی مرمت کے اہل ذمہ خود قائل ہیں اور جو ان کے دین و دھرم میں حرام ہیں، تو ان کے اعلانیہ ارتکاب سے انھیں روکا جائے گا۔ خواہ وہ امصار المسلمین میں ہوں یا اپنے امصار میں ہوں۔ ذمی اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے مذہبی درسگاہیں بھی قائم کر سکتے ہیں۔ انھیں اپنے دین و مذہب کی تعلیم و تبلیغ اور مثبت انداز میں خوبیاں بیان کرنے کی بھی آزادی ہوگی۔ غیر مسلموں کے جو بیرونی وفود نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آتے۔ ان کی میزبانی خود نبی کریم ﷺ فرماتے۔ چنانچہ جب مدینہ منورہ میں آپ کی خدمت میں حبشہ کے عیسائیوں کا ایک وفد آیا۔ تو آپ نے ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کی میزبانی خود اپنے ذمہ لی۔ اور فرمایا انهم کانوا لا صحابنا مکرمین، وانی احب ان اکافئهم[29] یہ لوگ ہمارے ساتھیوں کے لیے ممتاز اور منفرد حثییت رکھتے ہیں۔ اس لیے میں نے پسند کیا کہ میں بذات خود ان کی تعظیم اور مہمان نوازی کروں۔ اسی طرح ایک مرتبہ نجران ہی کے عیسائیوں کا چودہ رکنی وفد مدینہ منورہ آیا۔ آپ نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور اس وفد میں شامل مسیحیوں کو اجازت دی کہ وہ اپنی نماز اپنے طریقہ کے مطابق مسجد نبوی میں ادا کریں۔ چنانچہ ان مسیحی حضرات نے مسجد نبوی کے ایک جانب مشرق کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی۔[30]

خلافت راشدہ میں عملی اقدامات:

نبی کریم ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے غیر مسلموں کے حقوق کی سختی سے پاسداری کی۔ اور انہوں نے غیر مسلموں کو مذہبی آزادی اور رواداری کے متعلق کوئی مشکل اور رُکاوٹ نہیں آنے دی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ قائم رکھا۔ اور مذہبی رواداری میں سہولتیں فراہم کیں۔ اور یوں خلفائے راشدین کے دور میں اس پر عمل کیا جاتا رہا۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بہت ساری ہدایات جاری کیں۔ جو آپ نے غیر مسلموں کی مذہبی آزادی اور ان کے عبادت

گاہوں کی حفاظت کے متعلق کیں۔ آپ کے عہد میں مختلف مشکلات کی بناء پر جہاد ہوا۔ جس میں آپ کی تعلیم واضح ہوتی تھی۔ کہ کسی عبادت گاہ کو مت گرانا، اور نہ ہی بچے اور بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنا تمھیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے۔ جنہوں نے گرجا گھروں میں اپنے آپ کو محسوس کرر کھا ہو گا۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔[31]

اسلامی ریاست میں اقلیتوں پر جزیہ عائد کرنے کے معاملے میں بھی عدل و انصاف اور حسنِ سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے امرائے لشکر کو لکھا: الا یضربوا الجزیة علی النساء ولا علی الصبیان وان یضربوا الجزیه[32] "عورتوں اور بچوں پر جزیہ عائد نہ کریں اور صرف ان مردوں پر جزیہ عائد کریں جن کے بال اُگے ہوں یعنی (بالغ ہو گئے ہوں)

اسی طرح حضرت عمرؓ کا ایک مقام سے گزر ہوا۔ کہ ایک غیر مسلم بوڑھا بھیک مانگ رہا تھا، تو آپ نے اس سے پوچھا: فما ألجأك الي ما اري؟ قال : أسأل الجزية والحاجة والسن. فأخذ عمر بيده و ذهب به الي منزله فرضخ له بشئ من المنزل. ثم ارسل الي خازن بيت المال فقال : انظر هذا و ضرباء ه، فو الله! ما أنصفناه أن أكلنا شبيبته ثم نخذله عند الهرم[33] تمھیں اس پر کس بات نے مجبور کیا؟ اس نے کہا کہ میں بوڑھا ضرورت مند ہوں اور جزیہ بھی دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لائے۔ اور اسے اپنے گھر سے کچھ ضرورت کی چیزیں دیں۔ پھر اس کو بیت المال کے خازن کے پاس بھیجا اور حکم دیا۔ کہ اس کا اور اس جیسے اور بوڑھے لوگوں کا خیال رکھو۔ اور ان سے جزیہ لینا موقوف کر دو۔ ہم نے ان کی جوانی میں ان سے جزیہ وصول کیا اور اب بوڑھاپے میں ان کو اس طرح رسوا کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قتل کا فتویٰ دے دیا گیا تھا، کیونکہ انہوں نے ہرمزان، جفینہ اور ابولولو کی بیٹی کو اس شبہ میں قتل کر دیا تھا کہ شاید وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں شریک تھے۔[34] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ابن شاس جذامی نے شام کے کسی علاقے میں ایک شخص کو قتل کر دیا، معاملہ حضرت عثمان تک پہنچنے پر آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی مداخلت پر آپ نے ایک ہزار دینار دیت مقرر کی۔ [35]

حضرت علیؓ کے پاس ایک مسلمان کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ جس نے ایک غیر مسلم کو قتل کیا تھا۔ آپ کے پاس اس کا مکمل ثبوت پیش کیا گیا۔ جس پر آپ نے مسلمان کو بطورِ قصاص قتل کرنے کا حکم دیا۔ قاتل کے بھائی نے مقتول کے ورثاء کو معاوضہ دیکر معاف کیا۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا "لعلهم فزعوك اوهد درك[36]" شاید ان لوگوں نے تجھے ڈرا دھمکا کر یہ کہلوایا۔ اس نے کہا نہیں دراصل یہ لوگ مجھے دیت دے رہے ہیں جو پسماندگان کے لیے کفالت کا ذریعہ ہو گی۔ حضرت علی نے فرمایا تمھاری مرضی مگر یہ یاد رکھو کہ: من كان له ذمتنا فدمه كدمنا و ديته كديتنا[37]۔ جو ہماری غیر مسلم رعایا میں سے ہے۔ اس کا خون اور ہمارا خون برابر ہے۔ اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: إذا قتل المسلم النصراني قتل به [38] "اگر کسی مسلمان نے عیسائی کو قتل کیا تو مسلمان بطورِ قصاص قتل کیا جائے گا" مسلمانوں کا یہ حد درجہ انصاف غیر مسلموں کے غیر جانب دار طبقے کے لیے بھی متاثر کن ہے۔ چنانچہ اسلامی ریاست میں عدل و انصاف کی فراہمی کے حوالے سے اسلامی روایات کو سراہتے ہوئے گستاؤ یبان نے بھی لکھا ہے: "خلفائے راشدین کے زمانے میں ہر شخص برابر سمجھا جاتا تھا، اور ایک ہی قانون سب کے لیے تھا، حضرت علیؓ بہ نفس نفیس خود عدالت کے سامنے مدعی بن کر آئے اور

ایک شخص پر دعوی کیا جس نے آپ کی زرہ چرائی تھی۔ جس وقت غسان کا نصرانی بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا، حضرت عمرؓ سے ملنے آیا تو ایک اعرابی نے نادانستہ اسے دھکا دیا، اس پر بادشاہ نے خفا ہو کر اسے مارا، اعرابی کی نالش پر حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بھی بادشاہ کو مارے، اس پر بادشاہ نے کہا: اے امیر المومنین! کہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بادشاہ کو ہاتھ لگائے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ اسلام کا قانون یہی ہے، اسلام میں نہ درجے کی عزت ہے، نہ ذات کی، ہمارے پیغمبر خدا ﷺ کی نظر میں سب برابر ہیں اور ان کے خلفاء میں بھی یہی روایات قائم رہیں گی"[39]

اسلامی ریاست ذمیوں کے پرسنل لاء (Personal Law) میں کوئی مداخلت نہیں کرے گی، بلکہ انھیں ان کے مذہب و اعتقاد پر چھوڑ دے گی وہ جس طرح چاہیں اپنے دین و مذہب پر عمل کریں۔ نکاح، طلاق، وصیت، ہبہ، نان و نفقہ، عدت اور وراثت کے جو طریقے ان کے دھرم میں جائز ہیں، انھیں ان پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہو گی، خواہ وہ اسلامی قانون کی رو سے حرام و ناجائز ہی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً اگر ان کے یہاں محرمات سے نکاح بغیر گواہ اور مہر کے جائز ہے۔ تو اسلامی ریاست انھیں اس سے نہیں روکے گی، بلکہ اسلامی عدالت ان کے قانون کے مطابق ہی فیصلہ کرے گی۔

اقلیتوں کے حقوق کے متعلق قرآن و سنت کی عطا کی گئی تعلیمات دورِ نبوت اور دورِ خلافت راشدہ میں یہ حقیقت واضح کرتی ہیں کہ مسلم ریاست میں اقلیتوں کو وہ تحفظ اور حقوق حاصل ہیں۔ جس کا تصور کسی دوسرے معاشرے میں نہیں کیا جا سکتا۔ ان حقوق کو خود مستشرقین نے بھی قابل تعریف الفاظ میں تحریر کیا ہے۔[40]

عدل و انصاف میں مساوات:

اسلام اپنے پیروکاروں میں واضح تعلیم دیتا ہے کہ وہ تمام ادیان کے لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کریں۔ کیونکہ یہ انسان کے بنیادی حقوق میں سے ہیں۔ اور اس میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کے عہد میں بہت سے ایسے فیصلے سامنے آئے۔ کہ جس میں یہود حق پر ہوتے اور منافق مسلمان ناحق پر۔ چنانچہ آپ نے غیر مسلم کے حق میں فیصلے صادر فرمائے۔ اس میں دین و مذاہب، رنگ و نسل اور زبان و مکان آڑے نہیں آئے گی۔ بلکہ دشمن کے ساتھ بھی عدل کے دامن کو نہیں چھوڑنا ہو گا۔ فرمایا۔ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ[41] "اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرو" (اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ بین الناس فرمایا بین المسلمین یا بین المومنین نہیں فرمایا جس میں اشارہ اس طرف ہے۔ کہ مقدمات کے فیصلوں میں سب انسان مساوی ہے۔ مسلم ہو یا غیر مسلم، دوست ہو یا دُشمن اپنے ہم وطن، ہم رنگ، ہم زبان ہو۔ فیصلہ کرنے والوں کا فرض ہے۔ لہ ان سب تعلقات سے الگ ہو کر حق و انصاف کا تقاضا ہوں۔[42] دوسری جگہ فرمایا کسی قوم کی دشمنی تم کو اتنا مجبور نہ کرے کہ تم انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى[43] "عدل کرو اس لیے کہ یہ تقوی کے زیادہ قریب ہے۔ آپ کے فیصلوں میں عادلانہ اور منصفانہ نفاذ قانون کے اجرا کا بہت بڑا عمل دخل تھا۔ مشہور واقعہ ہے کہ قریش کے معزز گھرانے کی عورت نے چوری کی اور حضرت اسامہؓ نے ان کی سفارش کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لو ان فاطمة فعلت ذلك، لقطعت يدها۔[44] خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کی مرتکب ہوتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا۔ اسی طرح بِشر نامی منافق کا ایک

یہودی کے ساتھ جھگڑا ہوا۔ یہودی نے اپنے سردار کعب بن اشرف کی بجائے نبی کریم ﷺ کو فیصلہ کرنے کی ترجیح دی۔ جب آپ ﷺ کے پاس مقدمہ پیش ہوا تو فیصلہ یہودی کے حق میں کیا کیونکہ وہ حق پر تھا اور منافق بشر غلطی پر تھا۔[45] اسلامی ریاست میں جو غیر مسلم پر طرح کے قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے اور مستقل رہائش پذیر ہوں تو وہ حکام جو غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف سے پیش آتے ہوں۔ ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان السلطان ظل الله فى الارض ياوى اليه كل مظلوم من عباده فاذا عدل كان له الاجر وعلى الرعية الشكر واذا جار كان عليه الاصر وعلى الرعية الصبر[46] "سلطان روئے زمین پر اللہ کا سایہ ہے۔ جس کی طرف خدا کے مظلوم بندے پناہ لیتے ہیں۔ جب وہ انصاف کرتا ہے تو وہ مستحق اجر ہوتا ہے اور رعایا پر شکر گزاری واجب ہوتی ہے، اور جب ظلم وجور کرتا ہے تو وہ گناہ گار ہوتا ہے۔ اور اس وقت رعایا کو صبر سے کام لینا چاہیے"

غیر مسلموں سے بہتر انداز میں مباحثہ اور حسنِ سلوک:

قرآن کریم نے غیر مسلموں کے ساتھ بحث ومباحثہ، مناظرہ ومکالمہ کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ کہ ان سے اچھے وقار، اچھے انداز متانت اور احترام کی حدود میں رہ کر، معقولیت کا اظہار کریں۔ وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ[47] "اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقے سے"۔ اسلام نے مخالفین کے ساتھ بدتمیزی اور بدزبانی کو جائز نہیں رکھا۔ اور نہ ہی ان کے باطل عقائد کی بنیاد پر ان کے معبودوں اور بزرگوں کو دشنام طرازی کی اجازت دی ہے۔ اگرچہ وہ بُت ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ قرآنی تعلیمات کے مطابق اگر آپ ان کے ناجائز اور باطل معبودوں کو بُرا کہوگے تو وہ جواب میں تمہارے سچے خدا کو بُرا بھلا کہیں گے۔ مذہبی آہنگی کی یہ وہ بنیادیں ہیں۔ جن پر ہماری تہذیب اور ثقافت کی عمارت قائم ہے۔ لہٰذا ان اصولوں کے مطابق مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ کسی نبی کے پیروکار پر زیادتی نہ کریں بلکہ ان کے دینی معاملات کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ خود ان کے ساتھ تعلقات اور معاملات اچھے رکھیں۔ ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں۔ اور ان کی عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اور ان کو اچھے اخلاق اور اچھے برتاؤ سے متاثر کریں۔ یہی اسلام کا حکم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اہل نجران کو جو معاہدہ لکھ کر دیا۔ اس میں یہ بات بھی شامل تھی۔ کہ ان کے گرجوں میں کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔ اور ان کے علماء اور پادریوں کو معزدل نہیں کیا جائے گا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں مہندم شدہ گرجوں کی دوبارہ تعمیر کرائی۔[48] قرآن کریم مباحثہ اور تبلیغ کے حوالے سے اس حقیقت کو واشگاف کرتا ہے۔ کہ داعی ومبلغ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ حکیمانہ انداز سے خلق خدا کی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات سے سرشار ہو کر رضائے الٰہی کیلئے تبلیغ کرے، اگر کوئی قبول نہ کرے تو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ سب کچھ مشیت الٰہی پر موقوف ہے[49]۔ یہی طریقہ تربیت کا حق تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بتایا ہے۔ اور اُمت کو بھی اسی تربیت کے مطابق دعوت دینی چاہیے۔ جس میں مخاطب کے حالات کی رعایت کرتے وہ طرز اختیار کیا جائے۔ کہ مخاطب پر بار نہ ہو۔ اور اس کی تاثیر زیادہ ہو۔[50]

عصر حاضر میں اسلاموفوبیا (Islam o Phobia) کا تصور:

اسلاموفوبیا میں مبتلا مغربی اقوام مذاہب کی ہم آہنگی اور بالخصوص اسلام کی امن وسلامتی سے بخوبی واقف ہیں۔ مگر حسد وبغض کی وجہ سے اسلام کی مقبولیت ان پر گراں ہیں۔ اور اس سے وہ ڈر کر جارحانہ انداز اختیار کئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اکثریت اسلام سے متاثر ہو کر اس کو

شرفِ قبولیت عطا کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ اسلامی تہذیب روایات اور اسلام کی خوبیاں اور خصوصیات ہیں۔

اسلاموفوبیا کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے اہلِ مغرب کو نبی کریم ﷺ کی سیرت اور کردار سے واقف کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ بات مشاہدات میں آرہی ہے۔ کہ جو لوگ اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے دلوں پر اثر اور انقلاب برپا ہو جاتا ہے اگرچہ مغرب کے دانشور اپنی تنگ نظری کی نگاہ سے اس کو دیکھتے ہیں۔ تاہم بحثییت مجموعی اسلام کی دعوت یا اس کا مثبت تعارف ہی وہ وسیلہ اور ذریعہ ہے جو اسلاموفوبیا کی مہم کا کارگر تدارک کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ جس طرح بھی اسلام کی آواز کو مغرب تک پہنچا سکتا ہے۔ پہنچائے[51] اس سلسلے میں تبلیغی جماعت کا کردار قابلِ تحسین ہے۔

خلاصہ کلام:

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات آفاقی ہیں۔ اس کا عملی ثبوت نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ملتا ہے۔ یہ وہ آفاقی گُر ہے۔ جو اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اسلام کو کسی گروہ یا مذہب کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ پوری کائنات کا مذہب ہے۔ دیگر مذاہب کے انبیاء کرام اور ان پر بھیجی گئی الہامی کُتب پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ان کا احترام بھی ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے بحث و مباحثہ میں بھی شائستگی، نرمی اور دلائل اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب قرآن کریم کو زندگی لائحہ عمل ٹھہراتا ہے۔ اور قرآن کی روشنی میں اپنے تمام مسائل اور تنازعات طے کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ دنیا کو امن کی اشد ضرورت ہے۔ اور امن کے قیام کے لیے اپنے مذہب کو چھوڑو مت اور دوسروں کے مذہب کو چھیڑو مت پر عمل کرنا کامیابی کو دعوت دینا ہے۔ اور یہی تعلیم قرآن و سنت میں بطریق احسن موجود ہے۔ اسلام ہمیشہ تبلیغ سے پھیلا ہے۔ اور اس میں صوفیاء اور علماء و مشائخ کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ ایک وقت تھا کہ آتش پرست تاتار نے تقریباً آدھی اسلامی دنیا کو ہلاک کر دیا تھا یہ لوگ مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے لیکن کچھ عرصہ بعد اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر دین اسلام کے نام لیوا ہو گئے اور صدق دل سے اسلام کی خدمت کی۔ ہندوستان کے جن علاقوں میں مسلمان بادشاہوں کی حکومت تھی۔ وہاں مسلمان اقلیت میں رہے۔ لیکن چین وغیرہ کے علاقے جہاں کبھی اسلامی حکومت قائم ہی نہیں ہوئی وہاں کڑوڑوں کی تعداد میں مسلمان اب بھی موجود ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام کا فروغ اس کی حقانیت کے سبب سے تھا۔ عصرِ حاضر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دنیا کے سامنے اسلام کی صداقت کا ثبوت نہایت نرمی اور حسنِ اخلاق سے قولاً اور عملاً پیش کیا جائے۔

نتائج:

1: قبولیت دین میں اسلام کسی قسم کے تشدد کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ اس کو غیر اسلامی قرار دیتا ہے۔

2: اسلامی معاشرہ میں کسی قسم کی گستاخانہ یا جارحانہ طور پر دوسروں پر ظلم و تشدد روا نہیں۔

3: مسلمان وہ اپنی عبادت گاہوں کی طرح دوسروں کی عبادت گاہوں کا بھی احترام کریں اور نفرت کے کلمات سے گریز کریں۔

4: مملکت خداداد میں رہنے والے دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے اچھے تعلقات قائم رکھے جائیں۔ غمی خوشی میں ایک دوسرے کے ساتھ شریعت کے مطابق شرکت کی جائے تاکہ ہم آہنگی کی فضاء کو مزید تقویت حاصل ہو سکے۔

5: بلا تحقیق کُفر کا فتویٰ صادر کرنے سے اجتناب کریں۔

حوالہ جات

---

[1] فیروز اللغات، مولوی فیروز الدین، فیروز سنز، لاہور، ص723

[2] امام احمد بن حنبل ،مسند، دار صادر بیروت، حدیث 286

[3] بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی، السنن الکبری ,دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج8، ص30

[4] سورۃ بنی اسرائیل، آیت70

[5] سورۃ الحجرات، آیت13

[6] ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری ،کتاب الایات، باب اثم من قتل ذمیہ

[7] سورۃ کہف، آیت29

[8] سورۃ الرعد، آیت7

[9] سورۃ فاطر، آیت24

[10] سورۃ الاحزاب، آیت21

[11] کتاب احادیث المازبیر، ابو شیخ الاصبہانی عبداللہ ابن محمد بن جعفر، مکتبہ الرشید ، ریاض، حدیث23، ص64

[12] Ciran Austring “The Battle of God by Muhammad Ahsan, Published 2003, Lahore, P-251

[13] ابن سعد، الطبقات الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ،ج1، ص28

[14] ابو یوسف امام ،کتاب الخراج ،کتب الی ابو عبیدہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص99

[15] سورۃ الکافرون، آیت7

[16] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی، کراچی، 1978ء، ص76

[17] محمد حسین ہیکل، حیات محمد، طبع العصر، 1947ء، ص33

[18] ڈاکٹر اشفاق حسین، معارف اولیاء محکمہ او قاف پنجاب، لاہور، اپریل2017ء، ص101

[19] عبد الحمید احمد ابو سلیمان، اسلام اور بین الاقوامی تعلقات، منظر اور پسِ منظر، فیمس بک، لاہور 1991ء، ص204-205

[20] سورۃ انفال، آیت39

[21] Sir Thomas Carlyle-Hero and Hero worship London 1961 p 277

[22] محمد یحیٰ خان، پیغمبر اسلام غیر مسلموں کی نظر میں، پیام پبلیشرز علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور، 1999ء، ص52

[23] قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 1973ء، ج2، ص213

[24] سورۃ البقرہ، آیت256

[25] سورۃ یونس، آیت99

[26] مودودی، ابوالاعلیٰ، الجہاد فی الاسلام، اسلامک پبلیشرز، لاہور، ص163

[27]سورۃ البلد، آیت10

[28]کاسانی ،بدائع الصنائع، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ص113

[29] بیہقی، شعب الایمان ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، رقم 9125، ج6، ص518

[30]ابن سحر، الطبقات الکبری، ج1، ص357، ایضاً قرطبی، الجامع لاحکام القرآن ، ج4، ص4

[31] مالك، موطا، ج2، ص247، محمد حمیدالله ، الوثائق السیلسلة ، ص358، وثیقه331

[32] بیہقی، السنن الکبری، دارالکتب العلمیة، بیروت ، ج9، ص195 198

[33] ابو یوسف، کتاب الخراج، دارالکتب العلمیة، بیروت ، ص150

[34] عسقلاني، الدرایه، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج2، ص263

[35] شافعي، المسند، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج1، ص344

[36] شوکانی، نیل الاوطار، دارالکتب العلمیة، بیروت ، ج7، ص154، بیہقی، ج8، ص34

[37] ابو یوسف، کتاب الخراج ، ص187

[38] شیباني، الحجة، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج4، ص349

[39]گستاؤلیبان، تمدن عرب، لاہور، ص135

[40] Watt M.Watt,Islamic Political thought P 151

[41]سورۃ النساء، آیت58

[42] محمد، شفیع، معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ج3، ص448

[43]سورۃ المائدہ، آیت8

[44]محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الحدود ، باب کراهیة اشفاعة فی الحر، رقم الحدیث، 6787

[45] آلوسی، محمود، روح المعانی ، موسه الرسلة بیروت، ص110 (بحواله سورة النساءآیت 64)

[46] بیہقی، شعب الایمان ، دارالکتب العلمیة، بیروت ، ج6، ص16، رقم الحدیث 7369

[47]سورۃ العنکبوت، آیت46

[48]ابو یوسف، کتاب الخراج، دارالکتب العلمیة، بیروت ، ص82

[49] محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن پبلیکشنز گنج بخش روڈ، لاہور، جمادی الاخری، 1402ھ، ج2، ص618

[50] معارف القرآن، ج5، ص420، بحوالہ سورۃ النحل آیت 125

[51] مولانا محمد نعمان، اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق اور اسلاموفوبیا، المصباح، لاہور، فروری 2021ء، ج29، شمارہ2، ص104